OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of
Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 290-312

حمزہ باباؒ کی شاعری میں فلسفۂ وحدۃ الوجود

The Philosophy of Wahdat-ul-wujood in Hamza Baba's poetry

Karamat Ullah
PhD Scholar, Department of Islamic Theology, Islamia College University, Peshawar
Email kiramat773@gmail.com

Dr. Zafar Hussain
Associate Professor, Department of Islamic Theology, Islamia College University, Peshawar
Email: zafar.hussain@icp.edu.pk

Abstract

In the history of Pashto literature, Hamza Baba is more than a poet. He is a mystic (Sufi) and a deep thinking philosopher also. His verses are not just rhymes but the soul's voice rising from devotion, divine love and gnosis. The depth of thought in his poetry flows like a river, his spiritual insight burns like a candle and his mystical awareness appears as clear as a mirror. Every word from his is a mystic's call that lifts a person from servitude to the heights of love. In the world of Sufism two great philosophies have emerged to understand the reality of the One and Only Being, one is Wahdat-ul-Wujood and the other is Wahdat-ul-Shuhood. The first Philosophy proclaims: "There is none but He" while the second says:"None is seen but He". In this research paper, we will study the philosophy of Wahdat-ul-wujood in the light of Hamza Baba's thought and observe how he reflected the image of the True Beloved in every particle of the universe through his poetry.

Keywords: *Philosophy, Wahdat-ul-wujood, Hamza Baba.*

CC BY

حمزہ باباؒ کا تعارف اور خاندانی پس منظر

حمزہ باباؒ کا پورا نام امیر حمزہ خان شنواریؒ تھا۔آپؒ نہ صرف علمی وادبی شخصیت اور پشتو زبان کے قادرالکلام شاعر تھے بلکہ ایک مایہ ناز ادیب، کامل الفن مفکر اور ایک عظیم صوفی بھی تھے۔آپؒ غزلگوں شعراء کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جن کی شاعری پون صدی پر محیط ہے۔آپؒ نے اپنی اس 75 سالہ شعری سفر میں شاعری کے کئی دور اور ڈھنگ دیکھے ہیں۔آپؒ کثیر المطالعہ اور وسیع المشرب شخص تھے۔آپؒ کے کلام میں خیال کی ندرت، سوچ اور اظہار کی گہرائی اور حقیقت نگاری بدرجہ اتم موجود ہے۔[1]

پشتو ادب میں حمزہ باباؒ کو نہ صرف ایک عظیم شاعر بلکہ ایک عارف باللہ مفکر اور صوفی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔آپؒ کی شاعری آپؒ کی فکری گہرائی، روحانی بصیرت اور عرفانی شعور کی عکاس ہے۔آپؒ کی شاعری ایک عارف کی زبان سے نکلی ہوئی وہ صدائے شوق ہے جو بندگی، عشق اور معرفت کے اعلیٰ مدارج طے کرتی ہے۔یہ شاعری قاری کے دل میں ایمان کی حرارت اور روحانی کیف پیدا کرتی ہے۔آپؒ کی شاعری میں خالق کائنات کی ذات وصفات، نظام قدرت اور انسانی وجود کے مقصد کو نہایت باریک بینی اور احساس عقیدت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ان کی حمدیں محض ثنائے الٰہی کا اظہار نہیں بلکہ معرفتِ الٰہی کی مختلف پلوؤں کی توضیح بھی ہیں۔آپؒ کے کلام میں جہاں عشق وبندگی، عاجزی وانکساری اور حسن تخلیق کی جلوہ گری نمایاں نظر آتی ہیں وہاں قرآنی تعلیمات، اسلامی فلسفہ خصوصاً فلسفۂ وحدۃ الوجود کے ذکر کا حسین امتزاج بھی پایا جاتا ہے۔مذکورہ صفات آپؒ کو پشتو شاعری کا منفرد اور ممتاز شاعر بناتے ہیں۔

آپؒ بہت بڑے متفکر اور متبحر انسان تھے۔آپؒ کی ہر بات منطق اور فلسفہ پر مبنی تھی۔آپؒ کردار کے صاف وشفاف آئینے میں ہر کسی کا عکس جس طرح دیکھتے تھے اسی طرح فن کی زبان میں اسے ادا کرتے تھے۔آپؒ ادبی دنیا کے ہر فن مولا تھے۔شعراء میں ممتاز اور صاحب طرز شاعر، ادباء میں ممتاز ادیب، افسانہ نگاروں اور مرثیہ نگاروں میں بہترین افسانہ نگار ومرثیہ نگار اور ڈرامہ نگاروں میں صاحب کمال ڈرامہ نویس تھے۔طنز ومزاح، حمدیہ ونعتیہ شاعری، اخلاقیات، تصوف، فلسفہ، سفر نامہ غرض ادب کے ہر پہلو کے لکھنے پر قادر تھے۔[2]

آپؒ کی ولادت ستمبر 1907ء کو اشرف خیل قبیلے کے ایک چھوٹے سے گاؤں خوگہ خیل لنڈی کوتل خیبر ایجنسی (موجودہ ضلع خیبر) میں ملک باز میر خان کے ہاں ہوئی۔آپؒ پشتونوں کی ایک مشہور قوم شنواری سے تعلق رکھتے تھے جو آپؒ کے بقول بلوچستان کے کانسی قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔شنواری قوم نسبتاً ایک چھوٹی قوم ہے لیکن حمزہ باباؒ کی بدولت اس قوم کی شہرت کو چار چاند لگ گئے اور اس میں علماء، ادباء اور شعراء پیدا ہوئے۔[3]

حمزہ باباؒ کی رسمی تعلیم مڈل تک ہی محدود رہی لیکن کتابوں سے عشق اور شوقِ مطالعہ نے ان کے فکر کو وہ پرواز دی کہ وہ ممتاز صوفیاءؒ، فاضل علماء اور بلند پایہ شعراء کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔قلم وقرطاس کی دنیا نے ان کے لئے وہ دروازے کھول دیے جو مدرسے نہ کھول سکے۔[4]

تصانیف

شعر وادب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو حمزہ شنواری کی دسترس سے باہر اور ان کی نگاہ سے اوجھل رہا ہو۔آپؒ کثیر التصانیف مصنف ہیں۔آپؒ نے غزل، قطعہ، رباعی، نظم، حمدیہ کلام، نعتیہ شاعری، مرثیہ نگاری، منقبت نگاری، افسانہ، ڈرامہ، ناول،

سفر نامہ، سوانح عمری، تصوف اور فلسفہ پر طبع آزمائی کی ہے۔ ذیل میں آپؒ کی تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پشتو تصانیف: منظوم

1۔ دزړهٔ آواز (صدائے دل)

2۔ غزوونې (انگڑائیاں)

3۔ یُون (حرکت، کوچ، سفر)

4۔ ژونداؤ یُون (زندگی اور سفر)

5۔ بهیر (رود)

6۔ پرې وونې (دُبِّ اکبر)

7۔ سپرلے په آئینه کښې (بہار آئینے میں)

8۔ سلګی (سسکیاں)

9۔ دکابل منظومه سفرنامه (سفر نامۂ کابل منظوم)

10۔ دحمزہ شنواري کلیات (کلیاتِ حمزہ)

11۔ دخېبر وږمې (خیبر کی خوشبوئیں)

پشتو تصانیف: منثور

1۔ تجلیات محمّدیہ

2۔ نوې چپې (نئی موجیں) ناول

3۔ نوے پښتون (جدید پشتون)

4۔ دخوشحال خان خټک یو شعر (خوشحال خان خٹک کا ایک شعر)

5۔ ژوند (زندگی)

6۔ تسخیر دکائنات (تسخیرِ کائنات)

7۔ دحجاز په لور (بسُوئے حجاز)

8۔ ژور فکرونه (عمیق تفکرات)

9۔ انساني انا اؤ پوهه (انسانی انا اور علم)

10۔ انسان اؤ خدائے (انسان اور خدا)

11۔ ګوتې قلم ته په ژړا شوې (انگلیاں قلم سے رونے لگیں)

12۔ مکتوبات حمزہ باباؒ

13۔ ژوندي خطونه (زندہ خطوط)

14۔ دامیرحمزہ خانؒ خطونه دهُمآپه نوم (امیر حمزہ خانؒ کے خطوط ہُمؔا کے نام)

15۔ یو سر اؤ بل سر (ایک سِرا اور دوسرا سِرا)

16۔ تذکرۂ ستاریه

17۔ وجود وشهود

18۔ جبر واختیار

19۔ غنچک (شگوفہ، کلی، گلدستہ)

اردو تصانیف

1۔ داستانِ امیر حمزہ شنواری

2۔ نقشِ حیات

3۔ بادِ خیبر

4۔ خطوطِ حمزہ شنواریؒ بنام سید انیس شاہ جیلانی

تراجم

حمزہ باباؒ نہ صرف پشتو زبان وادب کے درخشندہ ستارہ تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپؒ نے اردو اور فارسی زبان وادب میں لکھے گئے بعض کتابوں کا منظوم ومنثور ترجمہ کرکے فن ترجمہ میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ ذیل میں چند مشہور کتب کے تراجم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ دیوانِ عبد الرحمٰن بابا (منظوم اردو ترجمہ)

2۔ ارمغانِ حجاز از علامہ محمد اقبال (منظوم پشتو ترجمہ)

3۔ جاوید نامہ از علامہ محمد اقبال (منظوم پشتو ترجمہ)

4۔ دسپرلي دیوه ("چراغ بہار" از صبا اکبر آبادی کا منظوم پشتو ترجمہ)

5۔ سپیڅلي وېناوې (پاکیزہ باتیں) (نہج البلاغہ یعنی حضرت علیؓ کے خطبات کا سلیس اور بامحاورہ پشتو ترجمہ)

6۔ ارمغانِ ایمان از مولانا حافظ بلخ شیر سنی حنفی (منثور پشتو ترجمہ)[5]

وفات

علم وعرفان کا یہ روشن وتابندہ چراغ 87 سال مسلسل جلنے اور لوگوں کے دلوں کو منور کرنے کے بعد 18 فروری 1994ء کو بروز جمعہ رات آٹھ بجے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔ آپؒ کو 19 فروری کو سہ پہر تین بجے بروز ہفتہ اپنے آبائی گاؤں لنڈی کوتل میں ہزاروں اشکبار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کیا گیا۔

جنازے میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔[6]

بعد میں آپؒ کے جسد خاکی کو وہاں سے منتقل کردیا گیا۔ موجودہ مزار لنڈی کوتل بازار سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق کی طرف پہاڑوں کی دامن میں ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ مزار پر حکومت کی طرف سے ایک کمپلیکس بھی تعمیر کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ متصل ایک لائبریری بھی ہے جس سے ہر خاص وعام کو استفادہ کی اجازت ہے۔[7]

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

تصوّف کی دنیا میں ذات وحدہٗ لاشریک کے متعلق دو فلسفے مشہور ہیں جن میں سے ایک کو وحدۃ الوجود اور دوسرے کو وحدۃ الشہود کہا جاتا ہے۔اگر ہم وجود کے معنی کو دیکھیں تو اسے فارسی "میں بودن "اردو میں "ہونا " اور پشتو میں" شتہ"یا"شتہ والے" کہتے ہیں۔(8)

جب ہم یہ الفاظ بولتے ہیں تو ہمارے ذہن میں "بودن" "ہونا" اور"کیدل"یا ہستی کا ایک ایسا تصور پیدا ہوتا ہے جو خارج میں اس جیسا وجود دیگر اشیاء کی طرح دکھائی نہیں دیتا۔اس کو وجود بالمعنی مصدری کہا جاتا ہے۔

وجود کا دوسرا معنی ہے موجود۔یعنی وہ چیز جو موجود اور قائم بالذات ہو۔(9)

وحدۃ الوجود کا معنی ہے "ایک ہونا" اور وحدۃ الشہود کا معنی ہے "ایک دیکھنا"۔

وحدۃ الوجود میں صرف شاہد موجود ہوتا ہے اور اس کے علاوہ سب نیست ہوتا ہے جبکہ وحدۃ الشہود میں شاہد ہر چیز میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن اس میں "دوئی" موجود ہوتی ہے یعنی ایک شاہد اور دوسرا مشہود۔

وحدۃ الوجود میں صرف ایک "انا" یعنی "انائے برتر" ہوتا ہے اور باقی تمام انیتیں اس میں فنا ہو جاتی ہیں۔اس مقام کو تصوف کی اصطلاح میں " جمع "کہا جاتا ہے۔جس وقت سالک اس مقام کو نہ پہنچے اور کائنات اس کے مشاہدہ سے منفی نہ ہو جائے تو اس مقام کو "فرق " کہتے ہیں اور جس وقت سالک فنافی اللہ کے بعد باقی بااللہ بن جائے اور واپس کیا جائے تو اس مقام کو "جمع الجمع" کہتے ہیں۔(10)

وحدۃ الوجود کے نظریے کو صوفیائے کرامؒ کی اصطلاح میں "ہمہ اوست " کہا جاتا ہے اور وحدۃ الشہود کو "ہمہ از اوست" کہا جاتا ہے۔وجودی صوفیاءؒ کہتے ہیں کہ ہر چیز کا وجود حق تعالیٰ کا وجود ہے جبکہ شہودی صوفیاءؒ کہتے ہیں کہ ہر چیز کے وجود میں ایک خدا کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔اسی طرح وجودی صوفیاءؒ کہتے ہیں کہ کائنات حق تعالیٰ کی صفات سے عبارت ہے جبکہ شہودی حضرات خصوصاً شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کہتے ہیں کہ کائنات صفات کا ظل اور عکس ہے نہ عین صفات۔(11)

وحدۃ الوجود تصوف و معرفت کا اہم اور بحث طلب مسئلہ ہے۔اس نظریہ کی رُو سے اللہ تعالیٰ ہی کائنات کی سب چیزوں میں جاری و ساری ہے یا یوں کہیں کہ جملہ موجودات کا وجود ایک ہے۔اس نظریے کے مطابق حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کا ہے اور باقی تمام اشیائے کائنات کا وجود غیر حقیقی ہے۔چونکہ وہی ذات باری تعالیٰ ہر شے میں موجود ہے اس لئے اس کے وجود کی وحدت کثرت میں پھیل گئی ہے۔جس طرح ہر حرف میں سیاہی کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح ہر صورت میں خدا کا ظہور ہوتا ہے۔ذات حق ہی تنزل فرما کر عبد کی صورت پر جلوہ گر ہے۔حق تعالیٰ ہی ہر شے کا عین ہے۔

ذاتِ حق نے اپنے کمالات کے ظہور کی خاطر اپنے صفات کو خارج میں عالم کی صورت میں ظاہر کیا۔خدا نے اپنی ذات کے ادراک کے لئے مراتب حقی سے مراتب خلقی میں تنزل کیا۔ذات حق ہی مرتبہ احدیت سے تنزل کر کے مرتبہ وحدت میں اور پھر مرتبہ واحدیت میں ظاہر ہوئی۔یہ تینوں مراتب حقی ہیں۔پھر واحدیت سے عالم ارواح، عالم ارواح سے عالم مثال اور عالم مثال سے عالم اجسام میں ظاہر ہوئی۔یہ تینوں مراتب خلقی ہیں۔مرتبہ احدیت ذاتیہ میں کسی صفت کا ظہور نہیں۔اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات کا مظہر جامع انسان ہے۔(12)

فلسفہ وحدۃ الوجود کے اثبات کے لئے وجودی حضرات درج ذیل قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں :

1۔ ﴿اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾(13)

(تو جدھر بھی تم رخ کرو ادھر ہی اللہ کی ذات ہے)

2۔ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ﴾(14)

(اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ تو ہے)

3۔ ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(15)

(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے)

4۔ ﴿اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ﴾[16]

(سن رکھو! وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے)

5۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾[17]

(اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے)

6۔ ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾[18]

(اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں)

7۔ ﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾[19]

(اور خود تمہارے اپنے وجود میں بھی! کیا پھر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا)

8۔ ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾[20]

(اور تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آتا)

9۔ ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾[21]

(کبھی تین آدمیوں میں ایسی سرگوشی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو، اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے)

10۔ ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾[22]

(اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی)

امام ابن العربیؒ کے زمانے ہی میں بلکہ ان سے کچھ پہلے شیخ فریدالدین عطار نیشاپوریؒ اور شیخ نظامی گنجوی ؒ نے اپنے اشعار میں صراحت سے وحدۃ الوجود کو بیان کیا ہے۔ابن العربیؒ کے مقلدین میں مولانا جلال الدین رومیؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، عبدالکریم جیلیؒ، امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور مولانا عبدالرحمان جامیؒ تھے۔ اسی طرح منصورؒ انا الحق اور بایزید بسطامیؒ بھی وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد شیخ عبدالاحدؒ اور ان کے پیر و مرشد خواجہ باقی باللہؒ کا مسلک بھی تمام صوفیائے کرامؒ کی طرح وحدۃ الوجود ہی تھا۔جو علمائے ظاہر وحدۃ الوجود کی مخالفت کرتے تھے ان کی مخالفت دلائل علمی سے تھی مگر کسی نے بھی یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ میرا کشف و شہود یہ کہتا ہے کہ وحدۃ الوجود غلط ہے۔ شیخ احمد سرہندیؒ جنہیں مجدد الف ثانی کا لقب ملا پہلے عالم اور صوفی ہیں جنہوں نے یہ دعوی کیا کہ وحدۃ الوجود حقیقت کے مطابق نہیں ہے بلکہ ایک حال ہے جو اثنائے سلوک میں صوفیوں پر وارد ہوتا ہے۔آپؒ نے اس کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ شیخ احمد سرہندیؒ

کی مخالفت اس وقت کے تمام صوفیاء نے کی لیکن ان کو اپنے ہی سلسلے کی ایک زبردست محقق، عالم اور صوفی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی طرف سے بھی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔آپؒ کا کہنا تھا کہ "مجدد صاحبؒ نے جو شیخ اکبرؒ کی مخالفت کی وہ بغیر سوچے سمجھے کی اور یہ ایک علمی لغزش ہے"۔[23]

امام شاہ ولی اللہ کے ساتھ ساتھ آپؒ کے بیٹے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ بھی وحدۃالوجود کے قائل تھے۔آپؒ فتاوٰی عزیزی میں ایک استفتاء کے جواب میں وحدۃالوجود کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وحدتِ وجود کا قائل ہونا ایسے طور پر کہ احکام شرع کے خلاف نہ ہو عین ایمان واسلام ہے۔اس میں کفر کا شائبہ نہیں۔یعنی سب موجودات کو مظاہر حق جانے اور یہ سمجھے کہ وجود ایک ہے لیکن وجود کے ہر مرتبہ کے لئے حکم جداگانہ ہے۔وجود بعض مراتب میں عبدیت کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب میں اُلوہیت کے ساتھ موصوف ہے۔بعض مراتب میں حلال کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب میں حرام کے ساتھ موصوف ہے۔بعض مراتب میں طاہر کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب میں نجس کے ساتھ موصوف ہے اور چاہئے کہ وجود کے مراتب میں خلط نہ کرے اور یہ عقیدہ رکھے"۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی[24]

(وجود کے ہر مرتبہ کے لئے حکم جداگانہ ہے۔اگر تُو فرق مراتب نہ کرے تو تُو زندیق ہے)

فرق مراتب سے لازم نہیں آتا کہ وجود کی نفس ذات میں کثرت اور اختلاف ہو۔اس کی مثال یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی پاک چیز پر بھی پڑتی ہے اور ناپاک چیز پر بھی۔شعاع آفتاب پاک ہے اور یہ اس وجہ سے ناپاک نہیں ہوتی کہ یہ ناپاک چیز پر پڑتی ہے۔[25]

فلسفۂ وحدۃالوجود شیخ اکبر کے زمانے کے بعد اتنا ہمہ گیر بلکہ عالمگیر بن گیا تھا کہ کہا جاسکتا ہے کہ صوفیاء، فلاسفہ اور شعراء میں نوے فی صد لوگ اس مسئلہ کے قائل اور ہمنوا بن گئے۔شیخ اکبرؒ سے اختلاف کرنے والے زیادہ تر محدثینؒ، فقہاءؒ اور علماءؒ وہ ہیں جنہیں علمائے ظاہر کہا جاتا ہے۔ان میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علّامہ سخاویؒ، مفسر ابوحیان الاندلسیؒ، شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسّلام، حافظ ابوزرعہؒ، شیخ الاسلام سراج الدین البلقینیؒ، ملا علی قاریؒ، علامہ سعدالدین تفتازانیؒ جیسے نامور اور ائمہ فن تھے۔یہ حضرات اگرچہ علم وفضل، کتاب وسنت پر وسیع اور گہری نظر اور علومِ دینیہ میں تبحر کے لحاظ سے بہت فائق تھے لیکن ایک دو کو مستثنیٰ کر کے اہلِ تصوّف کو ان میں سے کسی کا حقائق وعلوم باطنی کا رمز آشنا ہونا تسلیم نہیں۔اس لئے ان کی مخالفت کو "الناس اعداء لماجهلوا" (لوگ جس کو جانتے نہیں اس کے دشمن ہو جاتے ہیں) کے عام اصول پر محمول کیا گیا۔[26]

حضرت امام شاہ ولی اللہؒ نے بھی وحدۃالوجود اور وحدۃالشہود دونوں کو صحیح کہا ہے اور اپنی کتاب "فیصلہ وحدۃ الوجود والشہود" میں ان دونوں فلسفوں کی تعریفات وجزئیات ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ "ہمارے نزدیک یہ دونوں مکاشفے صحیح ہیں"۔[27]

وحدۃالوجود پر یقین رکھنے والوں کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے شرک کیا۔کہا جاتا ہے کہ یہ صرف رب کے وجود کو مانتے ہیں اس لئے انہوں نے گویا ہر موجود شے کو خدا تسلیم کر لیا۔وجودی حضرات کے کہنے کے مطابق جب خدا کے سوا کچھ نہیں تو پھر جو کچھ ہے وہ خدا ہی ہے۔پھر ہر شے خدا ہے۔

وجودی حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دراصل یہ مغالطہ ہے۔ شرک تو اس وقت ہوگا جب خدا کے سوا کسی شے کو مانو گے اور پھر اس کو خدا کی ذات وصفات میں شریک ٹھہراؤ گے۔ جب تمہارا عقیدہ یہ ہو گا کہ خدا کے سوا کچھ نہیں۔ یہ کائنات ، یہ رنگ وبُو، یہ عالم آب وگل، یہ زمین وآسمان ، یہ ستارے ، یہ کہکشاں ، یہ نباتات وجمادات، یہ انسانوں کی فوج ظفر موج، یہ حشرات الارض اور یہ شجر وحجر سب مجاز اور فرضی ہیں۔ یہ ذہن ونظر کا فریب ہے۔ یہ ساری کائنات اعتباری ہے حقیقی نہیں۔ جب تم خدا کے سوا کسی اور کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو اس کی ذات میں کسی کو شریک کیسے کر سکتے ہو۔ جس کو تم شریک کرنا چاہو گے پہلے اس کے وجود کو تو مانو گے۔ جو چیز ہے ہی نہیں وہ خدا کی ذات وصفات میں شریک کیسے ہو سکتی ہے۔[28]

حمزہ باباؒ بھی عقیدۂ وحدۃ الوجود کے عقیدے کو حلول، اتحاد اور اتصال سے مبرا سمجھتے تھے۔ آپؒ فرماتے کہ " حلول کی گنجائش تو وہاں نکل سکتی ہے جب اس کے غیر کو بھی مان لیا جائے یا بہ الفاظ دیگر اس کے بغیر دوسرے وجود کو مان لیا جائے۔ حالانکہ اس کے وجود کے علاوہ دوسرا کوئی موجود ہی نہیں اور جب دوسرا وجود ہے ہی نہیں تو پھر اس نے حلول کس شے میں کیا یا کس سے اتحاد واتصال کیا۔[29]

وجودی توحید کی رو سے حق تعالیٰ کے بارے میں تشبیہ اور تنزیہ دونوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ تشبیہ سے مراد اشیاء ظاہری میں ظہور ذات اور تنزیہ سے مراد ذات حق تعالیٰ کا صفاتِ انسانی یا صفاتِ ممکنات سے پاک ومنزہ ہونا ہے۔[30]

اللہ تعالیٰ نے اگر قرآن کریم میں ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾[31]

(اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا ہے دیکھتا ہے) فرمایا ہے تو اس کے ساتھ ﴿وَلَهُ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰ﴾[32]

(اور آسمانوں اور زمین میں اس کی شان نہایت بلند ہے) بھی فرمایا ہے۔

تشبیہ اور تنزیہ کے بارے میں امام ابن العربیؒ چند اشعار بیان کرتے ہیں:

فان قلت بالتنزیه کنت مقیّدًا　　وان قلت بالتشبیه کنت محدّدًا

وان قلت بالامرین کنت مسدّدًا　　وکنت اماما فی المعارف سیدًا

فمن قال بالاشفاع کان مشرکاً　　ومن قال بالافراد کان موحّدًا[33]

(اگر تم محض تنزیہ کا قائل ہوں گے تو اس صورت میں تم حق تعالیٰ کو مقید کرنے والوں میں سے ہوں گے اور اگر تم صرف تشبیہ کا قائل ہوں گے تو تم حق کو محدود کرنے والوں میں سے ہوں گے)

(اور اگر تم ہر دو کے قائل ہو جاؤ اور خدا کو تشبیہ میں عین منزّہ اور تنزیہ میں عین مشبّہ سمجھ لو تو تم راہ راست پر چلنے والے اور معارف الٰہی کے سردار ہوں گے)

(پس جو شخص حق اور خلق کو دو سمجھنے والا (یعنی خدا کو خلق سے جدا اور علیحدہ تصور کر کے خلق کو حق کی صورت جاننے والا) ہو گا تو وہ مشرک ہو گا اور جو شخص افراد کہنے والا ہو گا یعنی خدا کو ایک کہنے والا ہو گا تو وہ موحّد ہو گا)

وجودی حضرات کے ہاں خدا غیب الغیب اور صرافت ذاتی کے اعتبار سے بے صورت ہے اور ظہور تجلیات کے اعتبار سے باصورت ہے۔ مرتبۂ لاتعین میں جس کا نام رب ہے۔ مرتبۂ تعین میں اسی کا نام عبد ہے۔ ابن العربیؒ کے خیال میں تنزیہ کا قائل خدا کو مقید کرنے والا اور محض تشبیہ کا قائل اس کو حد لگانے والا ہے۔ آپؒ کے نزدیک دوئی کا قائل یعنی خدا کو خلق سے جدا اور علیحدہ تصوّر کر کے خلق کو حق کی صورت جاننے والا شرک کرتا ہے اور حق کو عین خلق جاننے والا اور محض تنزیہ کا قائل

راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔ابتداً کثرت وحدت میں پوشیدہ تھی اور اب وحدت کثرت سے ظاہر ہے۔[34]

وجودی صوفیاءؒ کے نزدیک خدا ہر شے میں اس طرح موجود ہے جس طرح کپڑوں میں روئی ،زیورات میں سونا چاندی اور الفاظ میں سیاہی موجود ہے۔انسانی قالب میں خدا ہی مکین ہے۔خود خدا نے فرمایا کہ (وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ)[35]

(اور خود تمہارے اپنے وجود میں بھی! کیا پھر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا)

فلسفۂ وحدۃالوجود کے مطابق جس طرح ایک مٹکے کو ریت سے بھر کر اس میں پانی ڈال دیا جائے اور وہ پانی ریت کے ہر ذرے میں سرایت کر جاتا ہے اسی طرح ذات وحدہٗ لاشریک کائنات کے ہر ذرے میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔[36]

حمزہ باباؒ اور فلسفۂ وحدۃالوجود

حمزہ باباؒ فلسفہ وحدۃالوجود کے پیروکار اور مبلغ تھے اور وحدۃالوجود کے سب سے عظیم داعی حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ سے متاثر تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی وہ واحد شخصیت تھے جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں وحدۃالوجود کو فلسفیانہ انداز میں تصوف کی تعلیمات اور ارشادات میں جگہ دی اور اس مسئلے کی شرح وبسط میں ضخیم کتابیں تصنیف کیں۔[37]

حمزہ باباؒ مرزا خان انصاری کے بعد پشتون شعراء میں عقیدۂ وحدۃالوجود کے سب سے بڑے ترجمان کے طور پر ابھرے۔ "وجود وشہود" اور "دخوشحال خټک يو شعر" (خوشحال خٹک کا ایک شعر) حمزہ باباؒ کی وحدۃالوجود پر معرکۃ الآراء تصانیف ہیں جن میں آپؒ نے فلسفۂ وحدۃالوجود کی بھرپور وضاحت کی اور اس عقیدہ کے جزئیات کو شرح وبسط کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دیا۔آپؒ کے ہر دوسرے یا تیسرے شعر سے وجودی فلسفے کا رنگ ٹپکتا ہے۔اسی طرح آپؒ کی شاعری کا تقریباً ایک تہائی حصہ فلسفۂ وحدۃالوجود کے جزئیات پر مشتمل ہے۔

فلسفہ وحدۃالوجود کی رو سے خدا ہر شے کا عین ہے۔اس بارے میں حمزہ باباؒ اپنے اشعار میں اس طرح فرماتے ہیں:

عېن ديو اؤ بل دي که اسماءدي که صفات دي　جمع په يو ذات کښې سره واړه عېن ذات دي[38]

(اسماء وصفات ایک دوسرے کے عین ہیں۔یہ سب ایک ذات میں جمع ہو کر عین ذات بن جاتے ہیں)

ذات عين وجوددے اؤوجودعين صفت دے　بس دغه قدرت دے چې ظاهرترېنه کثرت دے[39]

(ذات عین وجود ہے اور وجود عین صفت ہے۔بس یہی قدرت ہے جس سے کثرت ظاہر ہے)

اس فلسفے کے مطابق یہ تمام کائنات مجاز اور فرضی چیز ہے۔ حقیقی وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔مثال کے طور پر آپ ایک کمرے میں تشریف رکھتے ہیں۔آپ کے سامنے چارپائی، پیچھے دروازہ ،دائیں طرف کھڑکی اور بائیں طرف الماری ہے۔آپ کے اوپر چھت اور نیچے فرش ہے۔اگر آپ رخ پھیر لیں تو آگے پیچھے دائیں بائیں کا مفہوم بدل جائے گا اور اگر آپ چھت پر چلے جائیں تو اوپر نیچے کا تصور بھی تبدیل ہوگا۔یہ آگے پیچھے ،دائیں بائیں ،اوپر نیچے ،ان کا اپنا کوئی وجود نہیں۔آپ ہیں تو یہ سمتیں اور جہتیں بھی ہیں اور اگر آپ نہیں تو یہ بھی نہیں۔آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تو ان سمتوں کو ساتھ لے کر نہیں آئے کیونکہ ان کا اپنا علیحدہ کوئی وجود نہیں بلکہ آپ کے وجود کے باعث یہ از خود متصور ہو گئی ہیں۔اسی طرح وجود حقیقی صرف ایک وجود ہے باقی سب کچھ اس کی صفات کا جلوہ ہے۔اس کی قدرت کی کرشمہ سازی ہے۔کہیں اس کی صفت جلال جلوہ نما ہے اور کہیں اس کی صفت جمال کی جلوہ آرائی ہے۔[40]

اس بارے میں حمزہ باباؒ فرماتے ہیں:

تعیّن د امتیازه سره راغے بې مکانه خو دننه بهر یو دے

مختلف پهٔ مختلف محل کښې ښکاري حسن یو دےهم دحسن اثر یودے[41]

(تعیّن امتیاز کے ساتھ آتی ہے ورنہ اگر مکان نہ ہو تو اندر اور باہر ایک جیسا ہے)

(مختلف چیزیں مختلف مقامات میں مختلف نظر آتی ہیں حالانکہ حسن اور اس کی اثر ایک ہی چیز کا نام ہے)

خدا کا انسان کی ذات میں بسنا ایسا ہی ہے جس طرح خوشبو پھول میں بستی ہے۔ شان ربوبیت میں وہی معبود و مسجود ہے اور شان عبودیت میں وہی عابد وساجد ہے۔[42]

حمزہ باباؒ نے وحدۃالوجود کو درج ذیل مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی ہے:

1۔جب کوئی رسی اور اس کے گرہ کو دیکھے گا تو رسی کو رسی اور گرہ کو گرہ کہے گا لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ رسی جدا چیز ہے اور گرہ جدا چیز۔ اسی رسی نے گرہ کی حیثیت سے جو جدا شکل اختیار کی ہے وہ اس کی بنیادی علت صوری میں موجود ہے۔ اگر موجود نہ ہوتا تو اس سے ظاہر نہ ہوتا اس لئے کہ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جو چیز جس برتن میں ہو تو اس سے وہی چیز نکلتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز وجود ہے اور وجود عین ذات ہے۔[43]

2۔اگر کوئی کہے کہ بادام کے پتّے، شاخیں، جڑ، تنا، مغز اور اس کا خول نما چھلکا ایک دوسرے سے مختلف وجود رکھتے ہیں تو کوئی اس بات سے انکار نہیں کرے گا لیکن اگر کوئی اس پر غور کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ یہ تمام چیزیں بادام کے ایک ہی وجود سے تعلق رکھتی ہیں اور بادام اور ان کے وجود میں کوئی غیریت نہیں۔ باوجودیکہ چھلکا چھلکا ہے اور مغز مغز۔

3۔اسی طرح اگر کوئی آدمی ایک پھول لے لے تو اسے پھول کی تخم کی پوری کیفیت معلوم ہوگی اور وہ جان جائے گا کہ یہ پھول ایک تخم سے معرض وجود میں آیا ہے لیکن وجودی لحاظ سے پھول اور تخم میں کوئی تفریق نہیں۔[44]

جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

لکه تخم پهٔ یوه دانه کښې دلوئې ونې چې مضمر وي وجود

پهٔ ارتقاکښې شې دونې فنا چې شي کامله نوپېداکړي نمود[45]

(تخم کے ایک چھوٹے سے دانے میں ایک عظیم درخت کا سراپا موجود ہوتا ہے)

(ارتقا کے سفر میں دانہ فنا ہو جاتا ہے مگر جب یہ دانہ کامل درخت بن جاتا ہے تو اس میں تخم کا نمود پھر سے ہو جاتا ہے)

ایک اور جگہ اس طرح فرماتے ہیں:

کهٔ د اونې حقیقت غواړې دانه ده اؤ دانه بیا د تخمونو خزانه ده

پهٔ ذره کښې شته دے رازدکائناتو نهٔ هغه شته دے نهٔ داشته بهانه ده[46]

(اگر تم درخت کی حقیقت دیکھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے دانہ دیکھو اور وہ دانہ تو خود تخموں کا خزانہ ہے)

(ہر ذرے میں کائنات کے راز چھپے ہیں مگر حقیقت میں ایسا ویسا کچھ نہیں بلکہ (تخلیق کیلئے) ایک بہانہ ہے)

حمزہ باباؒ فرماتے ہیں کہ "ہم وجود کے احساس سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ پانی ہو لیکن بلبلے نہ ہوں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ سرے سے پانی ہی موجود نہیں۔ اسی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ کوئی چیز باقی نہیں رہے گا لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وجود ہی نہیں رہے گا۔[47]

ارشاد ربّانی ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ٥ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ٥﴾(48)

(جو مخلوق زمین پر ہے سب نے فنا ہونا ہے اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات جو صاحب جلال و کرم ہے باقی رہے گا)

وجودی اور شہودی مکاتب کے بارے میں بحث کرتے ہوئے وحدۃالشہود کو ابتدائے سلوک اور وحدۃالوجود کو انتہائے مقام اور کمالِ ایمان کہا جاتا ہے۔اس بارے میں حمزہ باباؒ لکھتے ہیں :

"اگر شہودی نظریے کو غور سے دیکھا جائے تو وجودی اور شہودی توحید کا اختلاف صرف لفظی نزاع رہ جاتا ہے کیونکہ ایک وجودی صوفی جب یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ ہر چیز کا وجود خدا کا وجود ہے اور ایک شہودی صوفی بھی ہر چیز میں خدا کی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جس وقت ہر چیز میں اس ایک ذات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس وقت اسے ان چیزوں کا وجود محسوس اور مشہود نہ ہوگا بلکہ صرف ذات کا وجود محسوس اور مشہود ہوگا۔اگر ذات کے مشاہدے کے ساتھ اس چیز کا مشاہدہ بھی کیا جائے جس میں ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو یہ وحدۃالشہود نہ ہوئی یعنی ایک ذات مشہود نہ ہوئی بلکہ ماسوی اللہ بھی مشاہدے میں آیا۔اس سے معلوم ہوا کہ حق کے مشاہدے کے وقت وہ چیزیں غائب یا فنا ہوں گی جن میں حق کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔اگر آئینہ میں نظر کا مرکز اور محور صرف عکس ہو جائے تو آئینے کا مشاہدہ نہیں کیا جائے گا اور اگر نظر کا محور آئینہ ہوگا تو عکس صحیح طریقے سے نہیں دِکھائی دے گا"۔(49)

آئینہ اور اس کے عکس کے بارے میں حمزہ باباؒ نے درج ذیل اشعار میں وضاحت کی ہے :

حمزۃ ځکه شوې غافل له خپله ځانه چې له عکسه آئينې وته مائل شوې(50)

(حمزہؔ! تم اپنے آپ سے اس لئے غافل ہوگئے کہ عکس سے آئینے کی طرف مائل ہوگئے)

نسبت دمينې ورک شوچې خپل ځان ته پۀ کاتۀ شوم

غائبه آئينه شي چې څوک خپل عکس ته ګوري (51)

(جب میں نے خود کو پہچانا تو محبت کی نسبت مٹ گئی۔جیسے آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر آئینہ اوجھل ہو جاتا ہے)

تۀ چې صورت دآئينې ته ئې ځير کله به تاته پکښې ځان ښکاري(52)

(جب تم آئینے کی صورت کو توجہ سے دیکھنے لگوگے تو پھر اس میں آپ کو اپنا آپ نظر نہیں آئے گا)

اس بارے میں آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ "کسی چیز کے مشاہدے کے لئے نظر کو ایک نقطے پر قائم ہونا چاہئے۔جس وقت حق کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو چیزیں غائب ہوں گی اور جب چیزوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو حق غائب ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ مشاہدے کے وقت وجودی اور شہودی توحید کی ایک جیسی کیفیت ہوتی ہے کیونکہ وجودی بھی ایک ذات کا ادراک کرتے ہیں اور شہودی بھی"۔(53)

حمزہ باباؒ فرماتے ہیں کہ علّامہ محمد اقبالؒ بھی زندگی کے آخری سالوں میں وحدۃالوجود کے قائل ہوگئے تھے۔علامہ محمد اقبالؒ اپنی کتاب "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ "جو آپؒ کے انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ ہے، میں لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ مشہور صوفی حضرت بایزید بسطامیؒ کے حلقے میں تخلیق کا مسئلہ زیر بحث تھا کہ ایک مرید نے ہمارے عام نقطۂ نظر کی ترجمانی یہ کہتے ہوئے بڑی خوبی سے کی کہ ایک وقت وہ بھی تھا جب صرف خدا کا وجود تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔اس کے جواب میں شیخ کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ اور بھی زیادہ معنی خیز تھے۔شیخ نے فرمایا: اور اب کیا ہے ؟اب بھی صرف خدا ہی کا وجود ہے"۔(54)

اسی وحدت کے بارے میں حمزہ باباؒ فرماتے ہیں:

حمزه كه شي حجاب دماسوئ دزړۀ نه دور كثرت عېن وحدت دے په كثرت كښې نشته هېڅ[55]

(حمزہ! اگر دل سے ماسوٰی کا حجاب ہٹا دیا جائے تو کثرت عین وحدت رہ جاتا ہے اور کثرت میں کچھ نہیں رہتا)

حمزہ باباؒ فرماتے ہیں کہ "وجودی حضرات کہتے ہیں کہ کائنات حق تعالیٰ کی صفات سے عبارت ہے اور شہودی حضرات خصوصاً شیخ احمد سرہندیؒ کہتے ہیں کہ کائنات صفات کا ظل اور عکس ہے۔ اگر صفات اللہ تعالیٰ کا ظل اور عکس ہوں اور کائنات صفات کا ظل ہو تو پھر یہ لفظی نزاع کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور وجود کے ایک ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ اگر درخت کا تنا، شاخ، پتے اور پھل ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب مختلف چیزیں ایک درخت کے وجود سے عبارت ہیں۔ شہودی توحید میں معرفت کے بعد سالک کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حق اس کے وجود سے باہر نہیں تھا"۔[56]

عقیدۂ وحدۃ الوجود کے بارے میں حمزہ باباؒ کے اشعار سینکڑوں میں ہیں۔ یہاں صرف "مشت از نمونۂ خروار" کے مصداق چند اشعار کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے:

يا خو هېڅ نشته داواړه وهم وخيال دے   اؤ كه وي نو بس ديار به وي وجود[57]

(یا تو یہ وہم و خیال کے سوا کچھ نہیں اور اگر ہو تو صرف اور صرف وجودِ یار ہو گا)

ادراک دے د وجود اؤ نور سوا چې دي عدم دي

داڅۀ چې مونږه وينوهم هغه دے نو رڅۀ نۀ دي[58]

(یہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یہ وجود واحد کے ادراک کے سوا کچھ نہیں اور اس کے علاوہ تمام اشیاء عدم ہیں)

مااؤ يارکه مخامخ كړې څۀ حاصل دے   آئينه به آئينې ته مقابل كا[59]

(اگر میں اور میرا یار آمنے سامنے ہوں تو کیا حاصل ہو گا۔ یہ ایسا ہو گا جیسا ایک آئینہ دوسرے کے مقابل رکھا جائے)

تۀ چې پۀ خپله بې له خپله څانه هېڅ نۀ وينې   وايه بې تانه كۀ بل ګورې څوک بۀ څه اووينې[60]

(تو اگر اپنے آپ کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا تو کہو کہ اگر تیرے سوا کوئی اور دیکھے گا تو کیا دیکھے گا؟)

زۀ له تا دومره جدا يم لكه عكس پۀ آئينه كښې

زۀ حمزؔه دې هم خانه ووم هم خانه يم لا تر اوسه[61]

(میں آپ سے اتنا جدا ہوں جتنا عکس آئینے سے جدا ہوتا ہے۔ میں حمزؔہ پہلے بھی ہم خانہ تھا اور اب بھی ہم خانہ ہوں)

كله كله داسې عېنيت وي چې به څۀ وائې   داسې راته ښكاري چې زۀ نۀ وايمه تۀ وائې[62]

(کبھی کبھی ایسی عینیت آ جاتی ہے کہ کیا کہنا۔ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے میں نہیں تم کہہ رہے ہو)

چې هرشي ته نظر اوكړمه حمزؔه وي   چې حمزه ته نظر اوكړمه هر شے دے[63]

(جب میں ہر چیز کو دیکھتا ہوں تو وہ حمزہ ہوتا ہے لیکن جب میں حمزہ کو دیکھتا ہوں تو وہ ہر شے نظر آتا ہے)

لكه نكهت چې هم پۀ ګل كښې هم دګل نه بهر   درسره يم به كۀ لۀ تانه ګرېزان اوسمه

ستا افسانه چې پۀ هررنګ وئيلے كيږي اشنا   اكر بكر د هغې هم به يې عنوان اوسمه[64]

(میں نکہت کی طرح پھول کے اندر اور باہر مہک کر آپ سے گریزاں ہو کر بھی آپ کے پاس رہوں گا)

(اے محبوب! آپ کا افسانہ جس رنگ میں پڑھا جائے گا میں ہمیشہ اس کا خد و خال اور عنوان ہی رہوں گا)

وي به کۀ تاته داجهان ښکاري   ماته خو يو هغه اوځان ښکاري[65]

(تمہیں یہ جہان الگ الگ صورتوں میں دکھائی دیتا ہوگا مگر مجھے تو وہ اور اپنا آپ ایک ہی دکھائی دیتا ہے)

چې يو وجود دے داشياؤاصل   ځکه پۀ هرشي کښې هرشے ښکاري[66]

(جب تمام اشیاء کی اصل ایک ہی وجود ہو تو پھر ہر شے میں ہر شے کا جلوہ دکھائی دیتا ہے)

ستاپۀ آئينه کښې چې عالم اوګوري ځان ته   پوهه به پۀ دې شي چې داټول دي حېران سوري[67]

(جب عالم تمارے آئینے میں اپنا عکس دیکھے گا تو وہ سمجھ جائے گا کہ یہ سب تو محض حیرت کے سائے ہیں)

بس چې له خپله ځانه ورک شومه زۀ   اوس ماحمزۀ ته واړه تۀ ښکارې[68]

(جب میں اپنے آپ میں گم ہو گیا تو اب مجھ حمزہ کو سب کچھ تُو ہی دکھائی دیتا ہے)

تۀ چې پټ ئې خو پۀ دې چې زۀ ښکاره يم   زۀ چې پټ شمه هرکله تۀ ښکاره ئې[69]

(تم اس لئے او جھل رہتے ہو کہ میں نمایاں ہوں۔ جس وقت میرا ظہور مٹ جاتا ہے اسی وقت تم آشکار ہو جاتے ہو)

سرووم دخپل ځان پۀ لټون ورک وومه   ستاپۀ لټون سرشومه پېداشومه[70]

(جب میں خود کی تلاش میں تھا تو گم گشتہ تھا مگر جب میں نے تجھ میں اپنی تلاش کر لی تب میں پیدا ہوا)

مينې حمزۀ اؤاشنايوکړل هسي   څوک ئې وبله جدانۀ پېژني[71]

(محبت نے حمزہؒ اور اشنا کو اس قدر پیوست کر دیا کہ ایک کے بغیر دوسرا کوئی نہیں جانتا)

راشه کۀ ځان وينې اشنا دحمزۀ مخ اووينه   اؤتۀ دې لږ پورته کړه حجاب چې زۀ حمزه اووينم[72]

(آؤ اگر اپنا آپ دیکھنا چاہتے ہو تو حمزہؒ کا چہرہ دیکھو۔ تم بھی ذرا حجاب اٹھا دو تا کہ میں حمزہؒ کو دیکھ سکوں)

کۀ پۀ الفت کښې کله زۀ وايمه   کۀ فکر اوکړې هغه تۀ وايمه[73]

(الفت میں جب میں "میں" کہتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں "تم" کہتا ہوں)

تۀ چې ماته وايې چې زمانه ځان قربان کړه   ځان له ځانه څنګه قربانيږي زۀ حېران يم[74]

(جب تم مجھ سے کہتے ہو کہ مجھ سے خود کو قربان کر دو تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ آدمی خود پر کیسے قربان ہو؟)

تیرے وجود سے موجود ہر وجود ہوا   تیرے ہی دم سے عیاں رنگ ہست و بود ہوا[75]

حمزہ باباؒ نے اپنی کتاب "وجود اور شہود" میں فلسفۂ وحدۃ الوجود کے سب سے بڑے مخالف شیخ احمد سر ہندیؒ کے بہت سے افکار سے اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں طویل مباحث ذکر کیے ہیں لیکن کتاب میں "حرف آخر" کے تحت ان کا مقام و مرتبہ تسلیم کیا ہے۔ان کی علمی شخصیت اور کارنامے ذکر کیے ہیں اور کہا ہے کہ "جو کچھ لکھا گیا، اس کا مقصد حضرت مجددؒ کی کسر شان ہر گز نہیں بلکہ اپنے سلسلۂ طریقت اور مشائخ کے ان عقائد کے متعلق متعدد غلط فہمیوں کا ازالہ مقصود ہے جو ہمارے لئے رگِ جاں کی حیثیت رکھتے ہیں... میرا اور حضرت مجددؒ کی شخصیت کے تقابل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ ناممکن نہیں کہ ایک چھوٹا بڑے کی غلطی کی طرف اشارہ کر سکے"۔[76]

آپؒ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سر ہندی مجدد الف ثانیؒ کو ذات اور وجود کو جدا چیزیں نہیں سمجھنا چاہیے:

تۀ چې وجود له ذاته بيل ګڼې لږ پوهه کړه ما   دذات احساس به څنګه وکړو پۀ فقدان دوجود[77]

(جب تم وجود کو ذات سے جدا سمجھتے ہو تو ذرا مجھے سمجھاؤ کہ وجود کے فقدان سے ذات کا احساس ہم کیسے کریں گے)

اپنی کتاب "وجود اور شہود" میں حمزہ باباؒ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندیؒ کے سخت ترین تنقیدی خیالات نے آخر وقت میں شیخ اکبر ابن العربیؒ کے بارے میں تعمیری صورت اختیار کی تھی۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت شیخ مجددؒ نے حضرت شیخ اکبرؒ سے اختلاف کیا ہے اور اختلاف کے آغاز میں قدرے سخت الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں اور مناظرانہ صورت میں اپنے اختلافی خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا حضرت مجددؒ کے خیالات میں تبدیلی رونما ہوتی گئی اور شیخ اکبرؒ کے متعلق ان کی تنقیدیں تعمیری پہلو اختیار کرتی گئیں۔ حتیٰ کہ آپؒ نے شیخ اکبرؒ کے ان مخالفین کو ملامت کیا جنہوں نے وحدۃالوجود کے سبب حضرت شیخ اکبرؒ سے کفر و زندقہ منسوب کیا جن میں سب سے بڑھ کر حصہ امام ابن تیمیہؒ نے لیا تھا"۔[78]

اپنی اس بات کے اثبات میں دلیل کے طور پر حمزہ باباؒ حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب کا حوالہ دیتے ہیں جو مکتوبات امام ربانیؒ میں موجود ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت "ہمہ اوست" اگرچہ متقدمین صوفیاء قدس سرہم میں متعارف نہ تھی لیکن اناالحق، سبحانی اور لیس فی جبّتی سوا اللہ وغیرہ وغیرہ کی مانند بہت سی باتیں سرزد ہوئی ہیں...جو کچھ اس فقیر نے ان کے اطلاقات سے "ہمہ اوست" کے معنی سمجھے ہیں، یہ ہیں کہ تمام متفرقہ حادثہ جزئیات ایک ہی ذات تعالیٰ کا ظہور ہیں۔ جس طرح کہ زید کی صورت بے شمار اور متعدد آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کرلے اور "ہمہ اوست" کہہ دیں۔ یعنی یہ تمام صورتیں جنہوں نے بے شمار آئینوں میں نمود و ظہور پیدا کیا ہے زید کی ایک ذات کا ظہور ہیں۔ یہاں کونسی جزئیت اور اتحاد ہے اور کون سا حلول و تلون ہے۔ زید کی ذات باوجود ان تمام صورتوں کے اپنی صرافت اور اصلی حالت پر ہی ہے۔ ان صورتوں نے اس میں نہ کچھ زیادہ کیا ہے اور نہ کچھ کم۔ بلکہ جہاں زید کی ذات ہے وہاں ان صورتوں کا نام و نشان تک نہیں کہ یہ جزئیات اتحاد، حلول اور سریان کی نسبت پیدا کریں۔ الآن کما کان کا سر اس جگہ ڈھونڈنا چاہئے کیونکہ جس مرتبہ میں حق تعالیٰ ہے وہاں جس طرح ظہور سے پہلے عالم کی گنجائش نہ تھی۔ ظہور کے بعد بھی وہاں عالم کی کوئی گنجائش نہیں۔ فلاجرم یکون الآن کماکان۔ پس بالضرور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا"۔[79]

اسی مکتوب میں آگے چل کر شیخ احمد سرہندیؒ شیخ اکبر ابن العربیؒ اور وحدۃالوجود کے پیروکاروں پر لعن طعن کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اس مسئلہ پر جوں جوں غور و بحث کی جاتی ہے متاخرین کے مختلف فکروں کے ملنے سے واضح اور صاف ہو جاتا ہے اور حلول و اتحاد کے شبہ سے دور تر ہو جاتا ہے۔"[80]

پھر مجدّد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کا عقیدۂ حلول جس میں ان کو ہر چیز میں خدا نظر آتا ہے، وہ وجودی حضرات کا عقیدہ نہیں بالکل ہو سکتا اور "ہمہ اوست" کا اطلاق ہرگز حلول و اتحاد پر نہیں ہوتا:

"اس عبارت (ہمہ اوست) کے اور بھی معنی ہیں جو حلول و اتحاد سے بعید ہیں۔ یعنی سب نیست ہیں اور حق تعالیٰ ہی موجود ہیں۔ نہ یہ کہ یہ سب ہست ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں۔ اس قسم کی بات کوئی بے وقوف اور نادان بھی نہیں کہہ سکتا۔ بزرگوں سے کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔ چونکہ غلبہ محبت کے سوا سب کچھ ان بزرگواروں کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے سوا کچھ بھی ان کے شہود میں نہیں رہتا۔ اس لئے "ہمہ اوست" کہہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ سب کچھ جو ثابت دکھائی دیتا ہے

سراسر وہم وخیال ہی ہے۔ موجود صرف حق تعالیٰ ہے۔اس صورت میں نہ جزئیت واتحاد کی آمیزش ہے نہ حلول و تلوّن کا گمان"
(81)۔

پھر بحث کو سمیٹتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ "ہمہ اوست" کی وضاحت کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:
"جاننا چاہئے کہ سابقہ تحقیق سے واضح ہوا کہ صوفیاء جو کلام "ہمہ اوست" کے قائل ہیں وہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول وسریان ثابت نہیں کرتے بلکہ ظہور وظلیت کے اعتبار سے حمل کرتے ہیں نہ کہ وجود و تحقیق کے اعتبار سے۔ اگرچہ ان کی ظاہری عبارت سے اتحاد وجودی کا وہم گزرتا ہے لیکن ہرگز ہرگز ان کی یہ مراد نہیں کیونکہ یہ کفر والحاد ہے۔
(82)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تذکرے کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مجدّد صاحبؒ کے بعد آنے والوں نے وحدۃالوجود اور وحدۃالشہود کے نزاع کو لفظی کو قرار دیا اور ان دونوں کے درمیان مفاہمت اور مطابق کی کوشش کی۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:
"ایک غیر جانبدار مؤرخ کی حیثیت سے اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدّدؒ کے بعد وحدۃ الوجود کے بارے میں وہ واضح قطعی اور فیصلہ کن رجحان اور وحدۃالشہود پر وہ یقین واذعان باقی نہیں رہا جس کا مجدد صاحبؒ نے علم بلند کیا۔ان کی رحلت کے بعد ہی سے تصوف ومعرفت کے حلقوں میں وحدۃالوجود اور وحدۃالشہود کے درمیان مفاہمت ومطابقت کا رجحان نمایاں ہوگیا۔ بعض علماء ومحققین نے یہاں تک لکھ دیا کہ "یہ اختلاف محض نزاع لفظی تھا"۔ بعض حضرات نے یہاں تک لکھ دیا کہ مجدد صاحبؒ سے اس بارہ میں تسامح ہوا اور شیخ اکبر کی تمام تصنیفات ان کی نظر سے نہیں گزریں"۔(83)
وجودی صوفیائے کرامؒ کے نزدیک بھی فلسفہ وحدۃالوجود کی رُو سے کسی متعین چیز کو خدا نہیں کہا جاسکتا۔ان کے نزدیک بھی ایسا سمجھنا یا ایسا کہنا کفر ہے کیونکہ اس سے حلول کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے جو ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ وجودی حضراتؒ فرماتے ہیں کہ تمام موجودات وجود کی حیثیت سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے عین ہیں اور تعین کے حیثیت سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے غیر ہیں۔ مطلب یہ کہ وجود میں تو سبھی شامل ہیں لیکن تعین کی حیثیت سے غیر ہیں۔
قائلین وحدۃالوجود یہ تو کہتے ہیں کہ "ہمہ اوست" مگر یہ نہیں کہتے کہ "ہر ایک اوست" کیونکہ یہ کلمہ صریح کفر ہے۔
فارسی زبان کے مشہور شاعر فغانی شیرازیؒ کا ایک شعر ہے کہ:
مشکل حکایتے ست کہ ہر ذرہ عین اوست الا نمی توان کہ اشارت بہ او کنند (84)
(مشکل مسئلہ یہ ہے کہ ہر ذرہ ذرہ وہ خود ہے لیکن ایسا مت کرو کہ کسی ذرے کی طرف اشارہ کرکے خدا کہو۔نعوذ باللہ)
ابن العربیؒ صاف کہتا ہے:
الحق حق وان تنزل والعبدعبدوان ترقی(85)
(رب نزول کرنے کے باوجود رب ہی ہے اور بندہ ترقی کرنے کے باوجود بندہ ہی رہے گا)
اس بارے میں حمزہ باباؒ اپنے ایک شعر میں اس طرح فرماتے ہیں:
حق کۀ نزول هم اوکړي دے حق برګزيده دے پورتۀ نۀ کۀ پورتۀ هم بنده شي خوبنده دے(86)
(حق تعالیٰ جتنا بھی نزول کرے تو وہ حق برگزیدہ ہے۔بندہ جتنا بھی اوپر جائے وہ بندہ ہی ہوگا)

مندرجہ بالا اشعار کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وحدۃالوجود کے قائلین ایک وجود کو مانتے ہوئے بھی اس قسم کی متنازعہ باتوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں کہ کائنات یا دیگر سب چیزیں خدا ہیں بلکہ وہ بھی یہ قول دیگر علماء وفقہاء کی طرح باطل گردانتے ہیں۔ان اشعار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وجودیوں کے ہاں وحدت اور ایک ہونے کے تخیّل وتصوّر اور اتصال کی کوشش کے باوجود ربّ النّاس اور ناس کے درمیان فرق کا واضح شعور واحساس اور اعتراف ہے۔بقولِ حمزہ باباؒ:

کۀ اشنا راسره یودے خوبیابیل دے　　پۀ کوشش سره څوک خپل سیوري نیوے شي[87]

(میرا محبوب مجھ سے متصل ہو کر بھی جدا ہے۔کیا کوئی کوشش کر کے اپنا سایہ پکڑ سکتا ہے؟)

حاصل لۀ ډیرو ښکلیومې وحدت کړو دښائست　کثرت دبتکدې نۀ مسلمان راغلے یم[88]

(میں نے متعدد حسینوں کی حسن سے وحدت حاصل کی۔میں کثرت کے بُت کدے سے مسلمان ہو کے آیا ہوں)

داپۀ کثرت کښې نو جوړ حسن وو یو　　ځکه حمزه هم مسلمان پاتې دے[89]

(چونکہ کثرت میں ایک ہی حسن تھی اس لئے حمزہؒ کی مسلمانی بھی (اپنی جگہ) باقی رہ گئی ہے)

کۀ هر څو همه هم تۀ یې خو تۀ یې　ما حمزه لره نظر د امتیاز را[90]

(اگرچہ ہمہ تُو ہے لیکن تُو تو بس تُو ہے۔اے خدا! مجھ حمزہؒ کو ایسی نظر دے جو ہم دونوں میں امتیاز پیدا کرے)

وحدۃالوجود اور وحدۃالشہود کے فلسفوں پر غور کرنے اور ان کی جزئیات اور تفصیلات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے اور وحدۃالشہود بھی وحدۃالوجود کا ایک اور طرح سے اظہار ہے۔وحدۃالشہود وحدۃ الوجود کے لئے سیڑھی کی حیثیت رکھتی ہے۔

حمزہ باباؒ بھی وحدۃالشہود کے مراحل طے کرتے ہوئے وحدۃالوجود تک پہنچے ہیں اس لئے آپؒ کے کلام میں بھی ایسے اشعار پائے جاتے ہیں جو وحدۃالشہود کی نمائندگی کرتے ہیں۔ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

زۀ پۀ هر یورنگ کښې اشنا نۀ غلطومه　　واړه کائنات کۀ مشهودي شي کۀ خیالي شي[91]

(میرا محبوب جس رنگ میں بھی ہو میں اس کے پہچاننے میں غلطی نہیں کرتا۔چاہے ساری کائنات مشہودی ہو یا خیالی)

اشناتۀ یووې خودتا ننداره　　ستا هرمئین جدا جدا اوکړه[92]

(اے محبوبؒ! آپؒ ایک تھے لیکن آپ کا مشاہدہ ہر عاشق نے جداجدا نظروں اور جداجدا طریقوں سے کیا)

پۀ عشق کښې داسې مرحله هم راشي　　ما هغه ګوري زۀ هغه ګورمه

بې ستا له مخه مې بل مخ ونه لید　　پۀ نمرخاته پۀ پرېواته ګورمه[93]

(عشق میں ایسا مرحلہ بھی آجاتا ہے جب وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے دیکھتا ہوں)

(جب میں مشرق ومغرب کی طرف دیکھتا ہوں تو آپ کے چہرے کے علاوہ اور کوئی چہرہ دکھائی ہی نہیں دیتا)

مشاهده دبېلتانۀ نخښه ده　　کۀ پۀهرڅۀ کښې راته دے ښکاري[94]

(اگرچہ وہ مجھے ہر چیز میں دکھائی دیتا ہے لیکن مشاہدہ جدائی کی نشانی ہے)

هېڅ نۀ یې بدل خوپۀ باربارې لیدل غواړم نوے نوے ښکاري څۀ عجبه تماشائي[95]

(آپ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی لیکن میں آپ کو بار بادیکھنا چاہتا ہوں۔نئی نئی شکل میں دکھائی دیتے ہو۔کیا عجب تماشا ہو)

حمزہ باباؒ نے وجودی صوفی ہوتے ہوئے کبھی بھی فلسفۂ وحدۃ الشہود پر تنقید نہیں کی بلکہ آپؒ فرماتے کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں رہا۔ اس بارے میں حمزہ باباؒ فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ انسانی علم کی ابتدا سے تعلق رکھتا ہے لیکن ایک صوفی و فلسفی کو اس سے آگے کا سوچنا چاہیے۔ حمزہ باباؒ فلسفۂ وحدۃ الوجود میں بھی مختلف مراحل سے گزرے اور وقت گزرنے کے ساتھ آپؒ کی سوچ اور عقیدے میں تبدیلی آتی گئی۔ جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

داسې اوخوړه غوټه مې چې عدم مې هم وجود کړو طوفاني کشتۍ دتن وه اماني مې بېرته راغله[96]

(میں نے ایسا غوطہ کھایا کہ عدم سے بھی وجود بنایا۔ میرے جسم کی طوفانی کشتی مکمل طور پر اور پوری طرح واپس آگئی)

اس بات کی وضاحت آپؒ اس طرح کرتے ہیں:

"ہمہ اوست میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک مکمل حقیقت نہیں کیونکہ لفظ "ہمہ" خود کثرت پر دال ہے۔ لہٰذا صحیح قول اور علم "ہمہ اوست" نہیں بلکہ صرف "اوست" ہے... اس میں بھی ایک اشتباہ باقی رہا جو عرصے تک باعث پریشانی رہا اور وہ یہ کہ "اوست" کہنے والا خود موجود ہے تو اب اتنا تو ثابت ہوا کہ ایک کے ساتھ دوسرا یعنی کہنے والا بھی وجود رکھتا ہے جو دوئی سے عبارت ہے لیکن کچھ عرصے بعد یہ اشتباہ بھی باقی نہ رہا اور معلوم ہوا کہ "اوست کہنے والے کی "انا" اور اس کی "انا" جسے کہنے والا "اوست" کہتا ہے ایک ہی ہے اور کوئی مغایرت نہیں لیکن اس کو سمجھنا ذرا مشکل ہے۔[97]

جب مشہور ادیب و نقاد دوست محمد کامل نے عبد الرحمان باباؒ سے متعلق اپنی کتاب "رحمان باباؒ، تاریخی، علمی اور ادبی جائزہ" میں فلسفۂ وحدۃ الوجود کے ساتھ ساتھ فلسفۂ وحدۃ الشہود پر بھی تنقید کی تو اس پر حمزہ باباؒ نے اسی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے "کتاب ہذا میری نظر میں" کے عنوان کے تحت کہا کہ "اگر وحدۃ الوجود کے نظریے پر اعتراضات وارد ہوئے ہیں تو یہ ایک حقیقت ہے لیکن وحدۃ الشہود کے نظریے پر کسی فقیہ یا مجدد نے اعتراض نہیں کیا۔ وحدۃ الوجود کا نظریہ "ہمہ اوست" اور وحدۃ الشہود کا نظریہ "ہمہ از اوست" کی نمائندگی کرتا ہے اور "ہمہ از اواست" ایک متفق علیہ نظریہ ہے"۔[98]

دوست محمد کاملؔ نظریہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود علمی نظریات کے علاوہ وجدانی کیفیات کی حیثیت کے حامل بھی ہیں۔ اس وجدانی حیثیت میں تو ان کیفیات کی واقعیت تسلیم کی جاسکتی ہے اور بحث و تمحیص کی ضرورت پیش نہیں آتی... لیکن جب یہ وجدانی کیفیت علمی و عقلی یا فلسفیانہ اور مابعد الطبیعی نظریات کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے تو بحث کی گنجائش پیدا ہوتی ہے"۔[99]

وحدۃ الوجود پر تنقید کا حق ہر واقف حال کو حاصل ہے لیکن وحدۃ الوجود کے علمبرداروں کی طرف کفر، شرک و زندقہ منسوب کرنا ٹھیک نہیں۔ بہر حال یہ فلسفہ اتنا گنجلک اور پیچیدہ ہے کہ بعض اوقات انسان کے ذہن کے بارے میں یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ معاذاللہ یہ ضلالت اور گمراہی کی طرف نہ چلا جائے۔ اس فلسفے کی حقیقت اور اصل تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر مادی مثالوں سے بھی اس کی وضاحت کی جائے تو پھر بھی اظہار بیان سے آدمی کا دل مطمئن نہیں ہوتا۔ چونکہ اس کا تعلق وجدان اور کیفیت سے ہوتا ہے اس لئے جس قدر آدمی اس کو اپنے دل میں سمجھتا ہے اسی قدر اس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے بارے میں طویل مباحث ذکر کرنے کے بعد حرفِ آخر کے طور پر دوست محمد کامل کے درج ذیل افکار اور نظریات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ہمارے فہم وادراک سے بالا ہیں۔ یہ ہمارے فہم میں آسکتی ہیں نہ ہماری زبان اس کا اظہار

کر سکتی ہے۔اس کی ذات میں ایسا تفکر و تعقل اور اس پر بحث کرنا جو ہم محسوسات و مشہودات کے متعلق کرتے ہیں بہت زیادہ خطرناک ہےاور ہر لمحہ زیانِ ایمان کا باعث ہو سکتاہے...جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خود سب سے عظیم پیغمبرؐ کے ذریعے بتایا ہے ہمیں چاہئے کہ اس طریقے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر و عبادات کریں اور بس۔یہی قرآن اور صاحب قرآن کی تعلیم ہے اور نہ صرف اہل سنت والجماعت،ائمہ اربعہؒ،اور علماء وفقہائے کرامؒ کا مذہب ہے بلکہ صوفیائے عظامؒ نے بھی اکثر وبیشتر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے "۔[100]

حمزہ باباؒ اگرچہ بذات خود وجودی صوفی تھے لیکن آپؒ کے کلام میں بھی ایسے اشعار بکثرت ملتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعیّن اور اندازہ سے بالاتر کہاگیاہے بلکہ آپؒ کے ایک حمد کا عنوان"زما بې چونې بې چګونې خدايه" ہے جس کے معنی "فیروز اللغات "اور "نئی اردو لغت "کے مطابق یہ ہیں۔

"اے میرے بے مثل اور بے نظیر خدا! وہ خدا جس کی صفات تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی "۔[101]

اسی حمد کے پہلے دو اشعار حاضر خدمت ہیں:

د تعين اؤ اندازې نه□ لوړه اې د منطق له□ اص□طلاح□ لرې

د فلسفې له□ باريکيو پاک□ چې ماورادې ستا دذات ژورې[102]

(اے میرے خدا تُو تعیّن اور اندازہ سے بالاتر ہے اور منطق کے اصطلاح سے دُور ہے)

(تُو فلسفہ کے باریکیوں سے پاک ہے اس لئے کہ آپ ج کی ذات کی گہرائیاں ان چیزوں سے ماوراء ہیں)

دوسری جگہ آپؒ اس طرح فرماتے ہیں:

دتاپۀ لوړوکښې، زماژورې دي ښوکۀ قوي مې، دخيال وزرې دي

رسېدل تا ت□، مفر د تان□ ستړي خيالون□، خوشې خبرې دي[103]

(آپ کی بلندیوں میں میری پستیاں ہیں اگرچہ میرے خیال کے پَر بہت مضبوط اور قوی ہیں)

(آپ تک رسائی کی آرزو ہو یا آپ سے فرار کی خواہش ووہم۔(یہ سب) فرسودہ خیالات اور لاحاصل وبے ثمر باتیں ہیں)

ایک اور مقام پر آپؒ اس طرح فرماتے ہیں:

هېڅوک پوهېدے نۀ شي چې څۀ رنګ□ هغ□ دے بس دومره احساس ورکړے شوے دے چې شت□ دے

چائې چې دعوی اوکړه د کنه□ پېژندنې پرېوتي ل□ بېخ□ ئې د عقل اؤ دين ستنې[104]

(کوئی بھی اس کی حقیقتِ کاملہ کو نہیں پا سکتا۔بس انسان کو اتنا شعور دیا گیاہے کہ وہ موجود ہے)

(جس نے بھی اس کی کنہ وحقیقت تک رسائی چاہی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے عقل ودین کے ستون ڈگمگاگئے)

درج ذیل شعر میں تو حمزہ باباؒ نے خدائے وحدہٗ لاشریک کے ذات کے بارے میں فلسفے جھاڑنے سے منع فرمایاہے:

بس محبت دے وحد□ لاشريک د فلسفو خبرې مۀ زد□ کوه[105]

(محبت تو وحدہٗ لاشریک کہنے کا نام ہے۔تم فلسفوں کی باتیں مت سیکھو)

خلاصۂ بحث:

اس تمام بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ حمزہ باباؒ وجودی صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ شہودی عقیدہ کے بھی کبھی مخالف نہیں

رہے۔آپؒ شہودی توحید کو بطور زینہ استعمال کر کے وجودی صوفی بن گئے۔اس منزل کا راستہ طے کرتے ہوئے آپؒ نے بہت سے ایسے اشعار کہے جو شہودی فلسفے کی ترجمانی کرتے تھے لیکن پھر آپؒ کی جستجو کی سوئی وحدۃالوجود پر آکر ٹھہر گئی۔

جیسا کہ آپؒ خود فرماتے ہیں:

چې بل وجود سوا د تا ځنې موجود وګڼې   دخوار خست□ حمزۃ پۀ زړۀ کښې ګومان رامۀ ولې[106]

(یاخدا! حمزہؔ مفلوک الحال کے دل میں ایسا گمان بھی نہ لانا کہ وہ آپ کے وجود کے سوا کسی دوسرے کے وجود کو موجود جانے)

ایک اور جگہ آپؒ اس طرح فرماتے ہیں:

خپل جمال ت□ پکښې ځیر ئې، رنګ پۀ رنګ پکښې بدلیږې
خو هم تۀ ئې نور څۀ نشت□، کائنات پۀ آئین□ کښې
پۀ خپل ځان کښې ځان ت□ ګورې، ځان دې غېر ښکارې ل□ ځان□
څۀ طاقت د انعکاس وو، ستا د ذات پۀ آئین□ کښې
دا خو تۀ وې اوس خبر شوم، چې احساس دځان مې ورک شو
د خپل ځان پۀ ننداره وې، د صفات پۀ آئین□ کښې[107]

(تم اپنے ہی جمال کا دیدار کرتے ہو اور ہر لحظہ رنگ بدل لیتے ہو۔کائنات کے آئینے میں تمہارے سوا کچھ نہیں)
(تم اپنے آپ میں خود کو دیکھتے ہو اور وہی اپنا وجود غیر بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔تمہاری ذات کے آئینے میں یہ کیسی عجیب قوت انعکاس ہے)
(جب میرا اپنا احساس مٹ گیا تو یہ راز کھلا کہ یہ سب تم ہی تو ہو۔تم اپنے صفات کے آئینے میں اپنا ہی تماشا دیکھتے ہو)۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1۔ حمزہ شنواری ایک مطالعہ، داور خان داؤد، جدون پریس پشاور، طبع اول 1996ء، ص 18،17
2۔ ایضاً ص 20،19
3۔ ایضاً ص 21
4۔حمزہ شنواری کی علمی وادبی خدمات، پروفیسر عباس خان، ڈائریکٹوریٹ آف کلچر حکومت خیبر پختونخوا، 2012ء، ص 4
5۔ایضاص 61تا73
6۔حمزہ شنواری ایک مطالعہ، داور خان داؤد، ص 52

7۔ حمزہ شنواری کی علمی وادبی خدمات، پروفیسر عباس خان، ص22

8۔ غنچک، امیر حمزہ؟ خان شنواری، ترتیب وتدوین کلیم شنواري ،پاک امارات ادبي ټولنه؟ دوبی، جون 2013ء ص 200

9۔ فصوص الحکم، شیخ اکبر محی الدین ابن العربی، اردو ترجمہ، مولانا عبدالقدیر صدیقی، نذیر سنز اردو بازار لاہور، 1998ء، ص48

10۔ غنچک ،امیر حمزہ؟ خان شنواری ،ص133

11۔ ایضاًص206،207،209

12۔ چند صوفیانہ اصطلاحات ،ڈاکٹر نفیس اقبال، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 2017ء، ص180

13۔ البقرة115:2

14۔ الانعام3:6

15۔ النور35:24

16۔ حٰم سجدة54:41

17۔ الحديد57: 4

18۔ ق 16:50

19۔ الذاريات 21:51

20۔ الواقعة 85:56

21۔ المجادلة 7:58

22۔ ص72:38

23۔ چند صوفیانہ اصطلاحات ،ڈاکٹر نفیس اقبال، ص186

24۔ فتاویٰ عزیزی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، طبع1408ھ، ص150،151

25۔ ایضاًص141

26۔ تاریخ دعوت وعزیمت، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، مجلس نشریات اسلام ناظم آباد نمبر1 کراچی نمبر18، ج4، ص264،265

27۔ فیصلہ وحدۃالوجود والشہود، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، سید عبدالغنی نواسہ وجانشین حضرت علامہ، ص7

28۔ وحدۃالوجود کیاہے، علامہ سعید احمد سعید کاظمی، ن ن، ص7

29۔ تجلیاتِ محمدیہؐ، امیر حمزہ خان شنواری، مترجم، سید طاہر بخاری، جدون پریس پشاور، 1996ء، ص503

30۔ فرہنگ اصطلاحات تصوّف، قاضی عبدالکبیر منصورپوری، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، طبع اوّل، 2011ء ص46

31۔ الشوٰری42 :11

32۔ الرّوم30 :27

33۔ فصوص الحکم، شیخ اکبر محی الدین ابن العربی، اردو ترجمہ، مولانا عبدالقدیر صدیقی، ص56

34۔ چند صوفیانہ اصطلاحات ،ڈاکٹر نفیس اقبال، ص181

35۔ الذٰریات51 :21

36۔ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مترجم پیر سید محمد فاروق القادری، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، طبع اوّل، جنوری 2007ء، ص364

37۔ حمزہ شنواری ایک مطالعہ، داور خان داؤد، ص136،137

38۔ دحمزۀ شنواري كليات,اميرحمزۀ خان شنواري, پښتو اکيډمي پېښور پوهنتون ,دويم اشاعت 2023ء ص877
39۔ ایضًا ص841
40۔ وحدۃ الوجود کیا ہے،علامہ سعید احمد سعید کاظمی، ص5،6
41۔ دحمزۀ شنواري كليات (غزلې)،امير حمزۀ خان شنواری، یونیورسټي بک ایجنسي پېښور,دانش کتب خانۀ کابل,
اپریل 2010 ء,ص576
42۔ چند صوفیانہ اصطلاحات،ڈاکٹر نفیس اقبال، ص181
43۔ دخوشحال خان خټک یو شعر،حمزۀ شنواری ، جدون پرنټنګ پریس خیبر بازار پشاور،س ن ،ص13، 14
44۔ ایضًاص16، 20
45۔ دحمزۀ شنواري كليات,اميرحمزۀ خان شنواري, ص720
46۔ ایضًاص687
47۔ دخوشحال خان خټک یو شعر،حمزۀ شنواری ، ص14
48۔ الرّحمٰن55: 26، 27
49۔ غنچک ،امیر حمزۀ خان شنواری ،ص207،208
50۔ دحمزۀ شنواري كليات (غزلې)،امير حمزۀ خان شنواری،ص538
51۔ ایضًاص414
52۔ ایضًاص402
53۔ غنچک ،امیر حمزۀ خان شنواری ،ص208
54۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ،علامہ محمد اقبالؒ، سید نذیر نیازی،اسلامک بک سنٹر کلاں محل نئی دہلی،1992ء،ص136
55۔ دحمزۀ شنواري كليات (غزلې)،امير حمزۀ خان شنواری، ص108
56۔ غنچک ،امیر حمزۀ خان شنواری ، ص209
57۔ دحمزۀ شنواري كليات (غزلې)،امير حمزۀ خان شنواری، ,ص112
58۔ ایضًا ص381
59 دحمزۀ شنواري كليات (غزلې)،امير حمزۀ خان شنواری،ص88
60۔ ایضًاص458
61۔ ایضًاص299
62۔ ایضًاص550
63۔ ایضًاص583
64۔ ایضًاص320
65۔ ایضًاص402
66۔ ایضًاص412
67۔ ایضًاص414
68۔ ایضًاص482
69۔ ایضًاص553
70 ایضًاص325
71۔ ایضًاص457

72۔ ایضًاص161

73۔ ایضًاص330

74۔ ایضًاص180

75۔ باد خیبر، امیر حمزہ خان شنواری، مرتبہ، کلیم شنواری، پشاور پشتو ادبی جرگہ (رجسٹرڈ) پشاور، طبع اوّل، فروری 2013ء، ص98

76۔ وجود و شہود، امیر حمزہ خان شنواری، حمیدیہ پریس پشاور، 1974ء، ص734،735

77۔ دحمزه شنواري کليات (غزلې)، امیر حمزه خان شنواری، ص112

78۔ وجود و شہود، امیر حمزہ خان شنواری، ص21

79۔ مکتوبات امام ربانیؒ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، مترجم، قاضی عالم الدین نقشبندی، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور ج3، مکتوب نمبر89، ص538

80۔ ایضًاج3، مکتوب نمبر89، ص539

81۔ ایضًاج3، مکتوب نمبر89، ص540

82۔ ایضًاج3، مکتوب نمبر89، ص542

83۔ تاریخ دعوت وعزیمت، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، ج4، ص288

84۔ دیوان بابا فغانی شیرازیؒ، بتصحیح واہتمام، احمد سہیلی خوانساری، شرکت نسبی حاجی محمد حسین وشرکاء، 1340ھ، ص259

85۔ رحمان باباؒ، تاریخی، علمی اور ادبی جائزہ، دوست محمد کامل مومند، مترجم، یوسف جذاب، ڈائریکٹریٹ آف کلچر حکومت خیبر پختونخوا، 2012ء، ص108

86۔ دحمزه شنواري کليات،اميرحمزه خان شنواري، ص880

87۔ دحمزه شنواري کليات (غزلې)، امیر حمزه خان شنواری، ص451

88۔ ایضًا ص184

89۔ ایضًا ص586

90۔ دزړۀ آواز،اميرحمزه خان شنواري ، ص48

91۔ ایضًاص454

92۔ ایضًاص278

93۔ ایضًاص317

94۔ ایضًاص412

95۔ ایضًاص549

96۔ ایضًاص311

97۔ داستان امیر حمزہ شنواری،، ص75،76

98۔ رحمان باباؒ، تاریخی، علمی اور ادبی جائزہ، دوست محمد کامل مومند، ص7

99۔ ایضًاص111

100۔ رحمان باباؒ، تاریخی، علمی اور ادبی جائزہ، دوست محمد کامل مومند، ص112

101۔ فیروز اللغات، الحاج مولوی فیروز الدین، ص245/ نئی اردو لغت، نجیب رامپوری، ص143

102۔ دزړۀ آواز،اميرحمزه خان شنواري، یونیورسي بک ایجنسي پېښور،دریم چاپ 2022ء ص41

103۔ دحمزۀ شنواري كليات,اميرحمزۀ خان شنواري, ص675

104۔ ايضًاص880

105۔ دحمزۀ شنواري كليات (غزلې)،امير حمزۀ خان شنوارى،ص358

106۔ ايضًاص531

107۔ ايضًاص521